عورت کا حقِ ملکیت قرآنِ حکیم کی روشنی میں

حافظ فیض رسول

ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی

Abstract:

There is a common misconception about the rights of assets that men and women possess and it must be addressed in order to safeguard the rights of belongings for everyone in Islam.It is assumed that proprietorship belongs only to man and women cannot own anything in terms of assets or property.This is entirely a false concept as Islam has given equal rights to man and women regarding wealth, property etc.women can manage to buy or sell the assest she possess and she is not bound or accountable to anybody for it(Al-Nisa(S:4).07 and 32)Similarly another misconception is about the earnings of Man and women it is believed that women cannot earn but Islam provides rights to women to acquire her provisions,she can earn independently and

Women has always whatever she earns belongs to her.

suffered discrimination when it comes to the rights of men and women, whenever this society gets an apportunity she has been denied of her actual status, prejudiced and cornered.The double standards of Governance in Pakistan have always made a mess and created confusion whenever it comes to the rights of women. We have to get over with the inequalities that are prevailing in our societyt as Islamic stat clearly defines the rights of every citizen whether man or woen in terms wealth and property

Keywords:property,societyt,Islamic statterms,rights,confusion، property

اسلام کا معاشرتی نظام ،خاندان (Family) کی بنیاد پر قائم ہے ۔ اور یہ ادارہ بذریعہ نکاح میاں بیوی (زوجین) کے تعلق سے وجود میں آتا ہے۔ یہ ادارہ امت کی اجتماعیت کی تعمیر میں پہلے قدم کی حیثیت رکھتا ہے اسی لیے تحفظِ امت کی خاطر افراد کی تربیت کے ساتھ ساتھ خاندان کی تربیت اور تشکیل ضروری ہے۔شریعت کا بنیادی مقصد بھی خاندان کا تحفظ ہے جس کو اسلام نے خاص اہمیت دی ہے۔تعمیرِ انسانیت کے لیے قرآن حکیم مرد و عورت سے بھرپور کردار کی توقع کرتا ہے کیوں کہ اس کی نگاہ میں دونوں ہستیاں برابر ہیں، انہیں اپنی ذات کی نشوونما کے ساتھ ساتھ معاشرے کے ارتقاء اور نشوونما کا سبب بھی بننا ہے۔میاں اور بیوی (Husbend and Wife) جن پر پورے خاندان کا استحکام، تنظیم اور پورے معاشرے کی تعمیر و ترقی کا انحصار ہوتا ہے ۔زوجین کے مابین تنازعہ اور علیحدگی خاندان میں نہ صرف الجھن اور بحران کا سبب بنتی ہے بلکہ پورے معاشرے کو انتشار کا شکار بنا دیتی ہے۔میاں بیوی کے اختلاف کی صورت میں جب نوبت علیحدگی تک پہنچتی ہے یعنی جب مرد عورت کو طلاق (Divorce) دیتا ہے یا عورت اس سے خلع لے لیتی ہے یا کسی وجہ سے ایک فریق کے کہنے پر عدالت ان کے نکاح کو منسوخ کرتی ہے تو ایسی صورت میں موجودہ فقہی قانون ہے کہ طلاق (Divorce) اور تنسیخ نکاح (Dissolution of marriage) کی صورت میں عورت صرف اپنے مہر کی حق دار ہوتی ہے اور خلع کی صورت میں وہ اس حق سے محروم ہوجاتی ہے لہٰذا ہم اس حقیقت تک رسائی چاہتے ہیں کہ اس معاملے میں شریعت اسلامی کی حقیقی روح کیا ہے؟

ملکیت (Possession):

ملکیت اور مال دونوں ایک ہی چیز کے دو پہلو ہیں۔ مال میں تصرف کا حق انسان کو ملکیت کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔انسان چوں کہ مالک سمجھا جاتا ہے اس لیے ملکیت کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ملکیت کیا ہوتی ہے؟ انسان کو حق انتفاع کی وجہ سے مجازاً مالک کہا جاتا ہے حالاں کہ انسان کے پاس تمام املاک و اموال بطور عاریہ ہیں جب کہ درحقیقت ہر چیز کی حقیقی ملکیت اللہ کے پاس ہے۔[1] ملکیت کی تعریف: صاحبِ شرح وقایہ بایں الفاظ کرتے ہیں۔ملاحظہ کیجیے:

و اما الملک فهو اتصال شرعی بین الانسان و بین شیء یکون مطلقاً لتصرفه فیه و حاجزاً عن تصرف الغیر فیه: [2]'' ملک اس تعلق کا اظہار ہے جو ایک انسان اور اس شے میں ہوتا ہے جو انسان مذکور کے قطعی اختیار اور اقتدار میں ہوتی ہے اور جس میں دوسرے شخص کو اختیار یا حق انتقال نہیں ہوتا۔کسی زمین، جائیداد یا مال پر کسی فرد کا مالکانہ حق درج ذیل تین طریقوں سے ثابت ہوتا ہے۔

اول: کوئی شخص اپنی ملکیت کو اپنی رضا مندی سے دوسرے فرد کی طرف منتقل کردے یا ہبہ کر کے یا معاوضہ اور قیمت لے کر فروخت کردے تو دوسرا فرد اس کا مالک بن جائے گا۔

دوئم: فرد کو کوئی چیز وراثت میں ملے تو اس سے ملکیت بطور وراثت قائم ہوجاتی ہے۔

سوئم: فرد اپنی محنت اور کوشش سے کوئی مباح چیز (پرندوں کا شکار، دریائی اور سمندری حیات کا شکار اور خوردنی گھاس وغیرہ) جس کا کوئی مالک نہ ہو، حاصل کرلے تو اس پر بھی ملکیت قائم ہوجاتی ہے۔[۳]

☆اسی طرح عورت کے حق ملکیت کے ضمن میں درج ذیل صورتیں شامل ہوں گی۔

۱۔ بیوی کو شوہر کی طرف سے ملنے والا مہر بھی اس کی ملکیت میں شامل ہوگا، مہر کی چاہے کوئی بھی صورت (مؤجل، معجّل، نقدی رقم، سونا (زیورات) یا زمین ہو۔

۲۔ اسی طرح شوہر کی وفات کی صورت میں اس کے مالِ وراثت میں سے بھی عورت کا وہ مقررہ حصہ (یعنی اولاد ہونے کی صورت میں آٹھواں اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں ایک چوتھائی) جو قرآن حکیم نے تفویض کیا ہے وہ بھی خالصتاً اسی کی ملکیت میں شامل ہوگا۔

۳۔ والد کے ترکہ میں بیٹی کی حیثیت سے قرآنِ حکیم نے جو حصہ یعنی اگر ایک بیٹی ہے تو نصف، دو یا زائد ہیں تو دو تہائی اور بھائی کے مقابل نصف مقرر کیا ہے وہ بھی اس کی ملکیت میں شامل ہوگا۔ (بشرطیکہ اس میں کوئی وصیت حائل نہ ہو)۔

۴۔ اسی طرح شادی کے موقع پر شوہر اور رشتہ داروں کی طرف سے اس کو ملنے والے تحائف اور جہیز کی مد میں دیا جانے والا سامان بھی اس کی ملکیت میں شامل ہوگا۔

خاندان کے کسی بھی فرد مثلاً اولاد، بھائی، شوہر، ساس اور سسر یا شوہر کے بھائیوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی بھی صورت میں اپنی بیٹی، بہن، بہو یا بھابی کو مالِ وراثت میں سے اس کے حق سے محروم رکھیں یا اس پر قبضہ اور اپنی اجارہ داری قائم کرلیں۔ (صرف عورتوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ کسی بھی انسان کی ملکیت پر) خلافِ شرع تصرف کو قرآنِ حکیم نے باطل کہا ہے۔

اللہ رب العٰلمین کا ارشاد ہے: ''یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ'' [۴] ''اے ایمان والو! نہ کھاؤ اپنے مال آپس میں ناجائز طریقے سے مگر یہ کہ تمھاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔''

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہوا: ''وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ'' [۵] ''اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو (رشوۃً) حاکموں کے پاس پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھا جاؤ اور (اسے) تم جانتے بھی ہو۔''

علامہ قرطبی باطل کے متعلق لکھتے ہیں: ''الباطل فی کلام العرب: خلاف الحق، ومعناه الزائل'' [۶]

'' کلام عرب میں حق کے خلاف کو باطل کہتے ہیں اور اس کا معنی زائل کرنا ہے۔'' یعنی باطل وہ ہے جس کا جانا، زوال پذیر ہونا یا زائل ہونا طے ہو چکا ہو۔ مؤخر الذکر آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں: **من اخذمال غیرہ لاعلی وجہ اذن الشرع، فقد اکلہ بالباطل، ومن الاکل بالباطل ان یقضی القاضی لک وانت تعلم انک مبطل، فالحرام لا یصیر حلالا بقضاء القاضی، لانہ انمایقضی بالظاھر:** ۷ (جس شخص نے کسی کا مال غیر شرعی طریقے سے لیا تو اس نے وہ باطل طریقے سے کھایا، اور وہ مال بھی باطل شمار ہوگا جس کا فیصلہ قاضی تمہارے حق میں کردے حالاں کہ تمہیں معلوم ہے کہ تم ناحق لے رہے ہو۔ اسی طرح قاضی کا فیصلہ کسی حرام کو حلال نہیں کر سکتا کیوں کہ قاضی ظاہر کے متعلق فیصلہ کرتا ہے۔ اسی طرح کسی بھی انسان کے لیے ایسی شئے کا تصرف بھی باطل ہے جس میں مالک کی خوشی شامل نہ ہو اور اس سے وہ چیز زبردستی لی جارہی ہو، وہ حرام ہے۔'' **مالا تطیب بہ نفس مالکہ، اوحرمتہ الشریعۃ وان طابت بہ نفس مالکہ**'' ۸ اسلام نے ہر انسان کو انفرادی ملکیت کا حق دیا ہے۔

ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم اپنی کتاب '' اسلام کا نظریہ حیات'' میں لکھتے ہیں '' قانون کے تحت عورت اور مرد یکساں بنیادی حقوق سے مستفید ہوں گے۔ عورت کو اپنے نام و املاک پر جائیداد رکھنے کی اجازت ہوگی۔'' ۹ اسلام نے مرد و عورت دونوں کو یکساں طور پر جائیداد و املاک رکھنے کا حق دیا ہے اور شریعتِ اسلامیہ اقتصادی اعتبار سے دونوں کو مضبوط و مستحکم بنانا چاہتی ہے تاکہ دونوں کسی بھی لحاظ سے احساس کمتری میں نہ مبتلا رہیں۔ بقول علامہ اقبالؒ:

'' کس نباشد در جہاں محتاج کس نکتۂ شرع مبیں ایں است و بست''

اسلام انفرادی ملکیت پر صرف اس جگہ حد لگاتا ہے جہاں وہ انفرادی ملکیت خاندان اور سماج کے لیے زہر قاتل کا کام کر رہی ہو۔ ۱۰ خاندان کا ادارہ ایک عقد (نکاح) کی صورت میں وجود میں آتا ہے جسے قرآنِ حکیم نے **مِیْثَاقًا غَلِیْظًا** (پختہ عہد) کہا ہے۔ ۱۱ مرد و عورت میں تقسیمِ ملکیت کا مسئلہ ہمیں اس وقت سمجھ میں آسکتا ہے جب ہم قرآنِ حکیم، کی روشنی میں نکاح کے مقاصد اور اس کی حکمتوں پر غور کریں کہ معاشرے میں یہ ادارہ کس لیے قائم کیا گیا ہے اور خصوصاً اسلام اس ادارے کو کس نقطہ نظر سے دیکھتا ہے؟

نکاح کے مقاصد اور حکمتیں:

- انسانیت کی تخلیق اور خدا کی طرف سے انسانوں کو خلافت عطا کرنے اور تمام انسانوں پر خدا کے لطف و عنایت کا جو بار بار قرآن میں اعلان ہوا ہے۔ اس میں عورت اور مرد برابر کے شریک ہیں۔ تمام حقوق و فرائض کے اعتبار سے خدا کی نظر میں دونوں یکساں ہیں اور قرآن کی متعدد آیات سے یہ واضح ہے کہ ازدواجی زندگی میں مرد اور عورت کا درجہ اور ان کے حقوق برابر ہیں۔ اس لیے قرآنِ حکیم نے دونوں کو ایک دوسرے کا لباس کہا ہے۔

(۱)هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ'' ۱۲ ''وہ تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو۔''

اور پھر دونوں کی تخلیق اور باہمی سکون کی بابت ارشاد فرمایا:

(۲)هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا'' ۱۳ ''وہ خدا ہی تو ہے جس نے تمہیں ایک جانِ واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا ابنایا تا کہ اس سے راحت حاصل کرے۔''

اسی طرح ایک اور مقام پر عورت کے مقصدِ تخلیق کی وضاحت بایں الفاظ بیان فرمائی:

(۳)وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجاً لِّتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ '' ۱۴ '':وراسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تا کہ ان کی طرف (مائل ہوکر) آرام حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کردی، جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لیے ان باتوں میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔''

مذکورہ آیاتِ قرآنی کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نکاح کے بعد مرد اور عورت جب ایک رشتے میں بندھ جاتے ہیں تو اس سے مقصد یہ ہے کہ دونوں اخلاقی، روحانی، جسمانی، جذباتی اور طبعی اعتبار سے اس طرح زندگی گزاریں، گویا وہ ایک وحدت اور مشترکہ شخصیت کے مالک ہیں۔ اس سے یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ مرد اور عورت اپنے علیحدہ وجود کو مٹادیں۔

انسان کی زندگی مسائل کا مجموعہ ہے جو ہر خاندان میں مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں۔ اس لیے بار بار یہ ضرورت ہوتی ہے کہ زندگی کے دو ساتھیوں میں دو مختلف صفات ہوں تا کہ ہر مسئلہ کو حل کیا جا سکے، اور ہر ایک اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق مسائل حیات کے حل میں اپنا کردار ادا کر سکے یعنی ایک شریکِ حیات ایک اعتبار سے اپنا حصہ ادا کرے اور دوسرا شریکِ حیات دوسرے اعتبار سے": 15 "There most be a partner who can deal with the problm differentl یہی وجہ ہے کہ قرآنِ حکیم نے ازدواجی زندگی میں مرد و عورت کو ''زوج'' کے لفظ سے پکارا ہے۔ یعنی اتنے مساوی جیسے گاڑی کے دو پہیئے (Tyres) گویا ایک کے بغیر دوسرا بیکار۔ علامہ غلام رسول سعیدی نکاح کی درج ذیل حکمتیں بیان کرتے ہیں:

۱۔ نکاح کے ذریعے نسلِ انسانی کا فروغ ہوتا ہے۔

۲۔ نکاح کے ذریعے اولاد کا حصول ہوتا ہے اور انسان کو نیک اولاد کی دعائیں حاصل ہوتی ہیں۔

۳۔ انسان اولاد کی اچھی تربیت کر کے ملک و ملت کی تعمیر و استحکام کے لیے افراد مہیا کرتا ہے۔

۴۔ اولاد کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کے اس حصے پر عمل کا موقع ملتا ہے جس کا تعلق اولاد سے ہے۔

۵۔اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے جن احکام کا تعلق اولاد سے ہے، ان پر عمل کا موقع ملتا ہے۔

۶۔اولاد کی تربیت اور پرورش کر کے مسلمان اللہ تعالیٰ کی صفتِ ربوبیت کا مظہر ہوجاتا ہے۔

۷۔جب انسان بوڑھا ہوجاتا ہے تو اولاد اس کا سہارا بن جاتی ہے۔

۸۔بچوں کی وجہ سے انسان کا گھر میں دل بہلتا ہے، انسان بیمار ہو تو بچے اس کی تیمارداری کرتے ہیں۔

۹۔بچوں کی کفالت کی وجہ سے زیادہ۔کمانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جس سے ملک وملت کی تعمیر اور ترقی میں اضافہ ہوتا ہے

۱۰۔بچوں کی وجہ سے انسان کے دل میں رحم اور ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔

۱۱۔شادی شدہ شخص معاشرے میں الگ تھلگ نہیں رہتا، اس کو عزت وتوقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

۱۲۔اولاد کی شادی بیاہ کی وجہ سے نئی نئی رشتہ داریاں پیدا ہوتی ہیں۔

۱۳۔بچے اگر کم عمری میں فوت ہوجائیں تو وہ والدین کے لیے مغفرت کا سبب بن جاتے ہیں۔

۱۴۔والدین کی تربیت کی وجہ سے اولاد جو نیکیاں کرتی ہے ان کا اجر والدین کو بھی ملتا رہتا ہے۔

۱۵۔نکاح کے ذریعہ انسان کی شہوت کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔

۱۶۔انسان کو بیوی کے ذریعہ سکون ملتا ہے۔

۱۷۔نکاح کی وجہ سے انسان پر اس کی بیوی بچوں کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔

۱۸۔انسان اپنے اہل وعیال کی اصلاح میں مصروف ہوتا ہے۔[۱۶]

معاشرے میں سب سے پہلے گھر کا نظام درست ہونا چاہیے۔مرد وعورت (یعنی زوجین) دونوں مل کر ایسی زندگی بسر کریں جو نہ صرف ان دونوں کے لیے راحت وآرام کا باعث ہو بلکہ وہ معاشرے کے لیے مثالی نمونہ ہو، جب معاشرے میں زوجین اس طرح کی مثالی زندگی گزاریں گے تو مجموعی طور پر اس کا اخلاقی اور انسانی معیار بلند ہوگا، وہ معاشرہ ہر اعتبار سے مضبوط اور طاقتور ہوگا جس کے ذریعے بلندتر مقاصد (انسانی جان کا تحفظ، عزت وآبرو کا تحفظ، عقل اور دماغی وجسمانی صحت کا تحفظ، نسل کا تحفظ، مال کا تحفظ، دین ودینی شعور کا تحفظ اور اس کا فروغ) پورے ہوسکیں گے۔جب نکاح (شادی) کا یہ تصور ہے تو اسی کے ماتحت وہ تمام احکام بھی جاری ہونے چاہئیں جن کا تعلق شادی شدہ زندگی اور ان امور سے ہے جو اس نظام کے ٹوٹ جانے کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔

عورت کا حق ملکیت:

مال اور جائیداد میں اسلام نے مرد وعورت میں مساوات کا خیال رکھا ہے۔وہ دونوں اپنی جائیداد کی خرید وفروخت اور اس کا انتظام کرنے میں بالکل آزاد ہیں۔عورت چاہے اپنا مال رہن رکھے، کسی کو ورثے میں دے،

فروخت کرے یا اس کو مزید جائیداد بنانے کا ذریعہ بنائے۔ان تمام معاملات میں عورت کو مرد کے برابر حقوق حاصل ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:''لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ کَثُرَ نَصِیْباً مَّفْرُوْضًا''۱۷''جو مال ماں اور باپ اور رشتہ دار چھوڑ مریں تھوڑا ہو یا بہت اس میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی، یہ حصے خدا کے مقرر کئے ہوئے ہیں۔''

ایک مقام پر ارشاد ہوا:لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبْنَ''۱۸''مردوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کیے اور عورتوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کیے۔''

عورتوں کا مہر بھی ان کی ذاتی ملکیت میں شامل ہے۔کیوں کہ مہر اس مالی منفعت کا نام ہے جو شرعاً عورت مرد سے بعوض نکاح پانے کی مستحق ہوتی ہے۔۱۹ اور حق مہر کے لیے قرآن حکیم میں "صَدُقٰتِهِنَّ"اور"اُجُوْرَهُنَّ" کے کلمات آئے ہیں۔۲۰

ارشاد باری تعالیٰ ہے:''وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً'' ۲۱''اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی کے ساتھ (فرض جانتے ہوئے) ادا کرو۔''

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:''فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِیْضَةً ۲۲''پس تم نے جو ان سے لطف اٹھایا ہے تو ان کو ان کے مہر فرض جانتے ہوئے ادا کرو۔''

اور ارشاد فرمایا:'' وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ''۲۳''معروف طریقے سے ان کے مہر ادا کرو۔''

اسی طرح اگر مرد پہلی بیوی کو چھوڑ کر کسی اور عورت کو اپنے عقد میں لانا چاہے تو اسے بھی حکم ہے کہ وہ پہلی بیوی کو دیا ہوا مال واپس نہ لے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے''وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّکَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْئًا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا.وَکَیْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰی بَعْضُکُمْ اِلٰی بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْکُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا''۲۴''اور اگر تم ایک عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت کرنی چاہو اور پہلی عورت کو بہت سا مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ مت لینا، بھلا تم ناجائز طور پر اور صریح ظلم سے اپنا مال اس سے واپس لو گے؟ اور تم دیا ہوا مال کیوں کر واپس لے سکتے ہو جب کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ صحبت کر چکے ہو اور وہ تم سے عہدِ واثق بھی لے چکی ہیں۔

امام رازی لفظ "قِنْطَار" کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ'' القنطار المال العظیم ''۲۵ قنطار سے مراد مال کے انبار ہیں۔''القنطار مال کثیر ۲۶ قِنْطَار سے مراد مال کثیر ہے۔عورت کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ رمناسب حدتک خوشحال زندگی طلب کر سکتی ہے۔عورتوں کے حقوق کے متعلق علامہ اقبالؒ کا نقطہ نظر ملاحظہ کیجئے:''بیوی کو مقررہ جہیز کے علاوہ خاوند پر نفقہ کا مہیا کرنا ضروری ہے اور اس حق کے حصول کی خاطر وہ خاوند کی تمام جائیداد پر قابض ہو سکتی ہے۔''۲۷

بعد از نکاح مرد اور عورت کی ملکیت:

دنیا میں عام تصور یہی ہے کہ مرد عورت کو بیاہ کر اپنے گھر لاتا ہے اور اپنے خرچ پر اس کو اپنے ساتھ رکھتا ہے، چاہے یہ الفاظ استعمال نہ کیے جائیں لیکن شوہر اور سماجی سطح پر افراد کے ذہن میں یہی بات ہوتی ہے اور سمجھا بھی یہی جاتا ہے کہ عورت خرید لی گئی ہے اور نکاح کے بعد وہ مرد کی ملکیت بن چکی ہے۔ مرد کا فرض عورت کو گھر میں رکھنا اور اس کی مالی ضروریات کو پورا کرنا ہے اگر اس نے ایسا کر لیا تو عورت کے سارے حقوق ادا کر دیئے۔ عام طور پر خلع کی صورت میں شوہر کو مہر (Dower) بھی واپس مل جاتا ہے اگر وہ ادا کر چکا ہو۔ از روئے معاشرہ مہر ادا کرنے کا رواج تقریباً ناپید ہے۔ بالخصوص دیہی علاقوں میں تو مہر نہ دینے کے برابر مقرر کر کے بھی دینے کا رواج نہیں ہے۔ اور جہاں شادی وٹہ سٹہ (Swap marriages) کی صورت میں ہوتی ہے تو وہاں عورت کے تقریباً تمام حقوق بشمول اس کی عزت اور حیثیت کے، پامال ہوتے ہیں۔

جو لوگ عورت کو اس کے گھر والوں سے خرید کر شادی کرتے ہیں یا عورت کسی لڑائی جھگڑے یا قتل میں صلح کے فیصلے کے طور بیاہی جائے گی تو اس صورت میں آپ خود اندازہ لگایئے کہ ایسی عورت کی اپنی کیا حیثیت ہوگی؟ کیا اس صورت میں عورت کو مرد کی طرف سے مہر اور کسی بھی طرح کا تحفہ دینے کی امید رکھی جاسکتی ہے؟

عورت کے مہر غصب کرنے کا دستور زمانہ جاہلیت سے ہی چلا آ رہا ہے کیوں کہ بعض لوگ اپنی لڑکی کا نکاح کرانے کے بعد اس کا مہر خود ہی لے لیتے تھے اور لڑکی کو نہیں دیتے تھے، اسی طرح بعض صورتوں میں عورت کا ولی جب عورت کا نکاح خاندان یا اس سے باہر کرواتا تو اس کا مہر خود ہی طے کر کے اپنے قبضہ میں لے لیتا تھا۔ جب کہ نکاح شغار (وٹہ سٹہ-swap marriages) کی صورت میں تو بہن بیٹیوں کا بغیر مہر مقرر کرنے کے صرف تبادلہ ہی ہوتا تھا، ایسی صورت میں بیٹی باپ کے نکاح کے بدلے یا بہن بھائی کے نکاح کے بدلے دی جاتی تھی ۲۸ عصر حاضر میں بھی عورت کو خرید کر یا شغار کی صورت میں نکاح کا رواج بالخصوص ہمارے دیہی اور پسماندہ علاقوں میں عام ہے۔

قرآن حکیم نے بڑی وضاحت کے ساتھ جاہلیت کے رسوم و رواج کا قلع قمع کیا ہے اور ان کو باطل کہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے زمانہ جاہلیت کے عرب معاشرے میں عورتوں کی قدر و وقعت بایں الفاظ بیان کی ہے: "**واللہ ان کنا فی الجاھلیة مانعد للنسآء امرا حتی انزل اللّٰہ فیھن ما انزل و قسم لھن ماقسم**" (قسم بخدا! ہم دور جاہلیت میں عورتوں کو کوئی حیثیت نہیں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اپنی ہدایات نازل کیں اور ان کے لئے جو کچھ حصہ مقرر کرنا تھا، مقرر کیا۔) ۲۹

طلاق، خلع یا تنسیخ نکاح کی صورت بعض جگہ اور عمومی طور پر گاؤں دیہات میں عورت مرد کے گھر سے صرف اپنا

آپ لے کر ہی باہر جاتی ہے۔عورت کے ساتھ ایسا بھی ہوا ہے کہ مرد بغیر طلاق کے اس کو اکیلے یا بچوں سمیت یونہی گھر سے نکال دیا گیا، نہ اس کو خرچ دیتا ہے، نہ ہی اپنی اولاد کے لیے نان ونفقہ دیتا ہے۔ نہ ان کے علاج معالجہ کا انتظام کرتا ہے، ان کا حال تک نہیں پوچھتا اور زندگی بھر عورت کو بچوں سمیت اسی طرح رکھنے کو باعثِ فخر جانا جاتا ہے۔

بالخصوص ہمارا دیہی سماج ایسے افراد کی حوصلہ شکنی کے بجائے حوصلہ افزائی کرتا ہے۔دوسری طرف وہ عورت اپنی ساری زندگی نکاح میں بیٹھے بیٹھے گزار دیتی ہے۔اس طرح کے مسائل کا شکار زیادہ تر وہ خواتین ہوتی ہیں جن کی شادی وٹہ سٹہ (Swap marriages) کی صورت میں ہوتی ہے یا مرد کے ذاتی اور خاندانی اختلافات اور انتقام کے سبب ہوتی ہے، جس میں نقصان صرف اور صرف عورت کا ہوتا ہے جو اپنے بڑوں کی ناراضگیوں اور خاندانی الجھنوں کا شکار ہو کر یونہی اپنی زندگی گذارنے پر مجبور ہوتی ہے (اس طرح کی زندگی گذارنے والی خواتین کی مثالیں ہمارے معاشرے کے شہری اور بالخصوص دیہی علاقوں میں بھری پڑی ہیں)۔سماج اور خاندان کے خوف اور دباؤ کی وجہ سے کوئی عورت عدالت سے انصاف مانگنے کے لیے ہمت نہیں کرتی اور اگر کوئی ہمت کر کے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائے تو سماج اور خاندان میں اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی اور نہ ان دیہی علاقوں کی خواتین کے ساتھ کوئی تعاون کرنے کو تیار ہوتا ہے، جب کہ اس کے بر عکس ان دیہی علاقوں کا مرد ہر طرح سے طاقت استعمال کرتا ہے اور وہاں کا سماج اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور ایسے مرد اس مظلوم عورت کو ماورائے عدالت قتل کرنے کو اپنے لیے باعثِ فخر وافتخار سمجھتے ہیں۔

وہاں یہ سب کچھ محض اسی لیے ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ فرض کرلیا ہے کہ مرد عورت سے نکاح کرتا ہے عورت مرد سے نکاح نہیں کرتی، مرد عورت کو بیاہ کر لاتا ہے عورت نہیں اور سماجی سطح پر مرد کے ذہن میں اس تصور کو راسخ کرنا کہ عورت بعد از نکاح مرد کی جوتی اور مملوکہ بن جاتی ہے۔اب مرد اس کے ساتھ جو چاہے سلوک روا رکھے، جس طرح چاہے اسے استعمال میں لائے اور اس پر اپنے ہر طرح کے تصرف کو روا رکھے۔

اس کے برعکس قرآن حکیم نے عورت کو شرف، عزت، انسانیت کا حقیقی درجہ اور وہ بلند مقام ومرتبہ عطا کیا ہے جو اسلام سے پہلے اس کو کبھی نصیب نہیں ہوا۔قرآن حکیم کی رو سے ازدواجی زندگی میں مرد وعورت کے حقوق مساوی ہیں کیوں کہ اسی صورت میں زوجین کو وہ لطف وسکون حاصل ہو سکتا ہے جو شریعت کے نزدیک نکاح کا حقیقی مقصد ہے۔اس لیے ہمارے دیہاتوں میں خواتین کے ساتھ ہونے والے اس طرح کے ظلم اور اسلام کی اس کھلی ہوئی مخالفت کا سد باب ہونا چاہیے اور خاندان کے بنیادی ارکان یعنی زوجین کی اسلامی احکامات کے مطابق تربیت کی جانی چاہیے تا کہ وہ اپنے حقوق وفرائض اور اپنی اپنی حیثیت کو صحیح معنوں میں جان لیں اور اپنی زندگی میں اس کے اطلاق کو یقینی بنائیں تا کہ خاندان میں کسی طرح کا بگاڑ یا انتشار نہ ہو اور نہ ہی وہ باہم اپنے اس مقدس رشتے کو ایک دوسرے کو سمجھ کر زندگی گذاریں۔

حالاں کہ جب دونوں کی زندگی مل کر ایک ہوگئی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کا لباس ہو گئے ہیں اور دونوں کے حقوق، مفادات، خوشی اور غم ایک ہو گئے ہیں تو یہ بھی ضروری ہے کہ ان کی جائیداد اور ملکیت بھی ایک ہو اور اس سلسلہ میں ان کے حقوق بھی مساوی ہوں۔

زوجین کی خدمات اور کمائی:

ہمارے معاشرے میں عمومی طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ عورت کا کام محض گھر میں رہنا، گھر کے کام کاج اور اس کی ضروریات پوری کرنا، بچوں کی دیکھ بھال اور ان کی نگہداشت کرنا، شوہر، اس کے رشتہ داروں اور مہمانوں کی خدمت کرنا ہے، چاہے عورت ماں، بہن اور بیٹی کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو، اس کو یہ تمام خدمات انجام دینی ہیں۔ دنیا کے اکثر معاشروں میں عورت ملازمت یا کوئی اور کام کر کے دولت نہیں کماتی بلکہ مرد کے دیئے ہوئے نفقہ سے اپنی ضروریات کی تکمیل کرتی ہے۔ اس لیے معاشرتی سطح پر یہ خیال عام ہوا کہ اس کی زندگی کی خوشی، مسرت اور سکون کا دارومدار صرف مرد کے رحم و کرم پر ہے۔ اس کے برعکس معاشرے میں ایک تاثر یہ بھی پایا جاتا ہے کہ عورت صرف گھر میں رہتی ہے اور محض گھر ہی کے کام کرتی ہے یعنی درحقیقت وہ کچھ بھی نہیں کرتی، اس لیے اقتصادی اعتبار سے مرد سے اس کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ یعنی نکاح کے رشتے میں رہنے کے باوجود اسے کوئی مالی یا اقتصادی حق حاصل نہیں ہے۔ اور اسی طرح گھر و جائیداد کی آمدنی اور ملکیت میں بھی اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ یہ سب اسلامی تعلیمات سے دوری کا نتیجہ ہے۔

اسی طرح یہ خیال کرنا کہ عورت کے حق میں مناسب نہیں ہے کہ وہ کہیں ملازمت یا کام کرے وہ اقتصادی اعتبار سے کچھ بھی نہیں کرسکتی۔ ہر فرد یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ ہر وہ کام جس کی قیمت معاشرہ دے سکتا ہے اور جس کا بصورتِ مال معاوضہ مل سکتا ہے، اس کی معاشرتی سطح پر بڑی اقتصادی اہمیت ہے۔ اس کے برعکس عورت گھر میں رہ کر جو مختلف خدمات انجام دیتی ہے مثلاً حمل ٹھہرنے کے بعد سے وضع حمل تک بچے کی نگہداشت کرنا، وضع حمل کی تکلیف برداشت کرنا، بچے کی پرورش و تربیت کی ذمہ داری، اس کی غذا صحت اور صفائی ستھرائی کا خیال، کھانا پکانا، گھر کے تمام چھوٹے بڑے کام کرنا، گھر اور اس کی تمام چیزوں کی حفاظت، سب سے بڑھ کر گھر کی عزت و وقار کو قائم رکھنا اور اعزاء واقرباء سے صحیح طور پر روابط قائم رکھنا، ان سب کی تمام تر ذمہ داری عورت پر ہوتی ہے۔ ان سب باتوں سے بڑھ کر ہر طرح سے مرد کی خدمت کرنا اور اس کو خوش رکھنا اور اس کے مزاج کو اعتدال پر رکھنا بھی زوجہ کی اہم ترین ذمہ داری ہوتی ہے۔ کیا مرد ان تمام خدمات کو پیسے کے عوض خرید سکتا ہے؟ اور خریدنا بھی چاہے تو کیا اس کی تنخواہ اس کے لئے کافی ہوسکتی ہے؟

ہمارے معاشرے میں میں زیادہ تر لوگ محنت مزدوری کر کے اپنا گزارہ کرتے ہیں، چاہے وہ دفتروں میں ملازمت کرتے ہوں، یا فیکٹریوں، کارخانوں اور کھیتوں میں کام کرتے ہوں یا چاہے کسی بھی قسم کا کاروبار کرتے ہوں۔

تو کیا ان کی آمدنی اتنی ہوسکتی ہے کہ وہ تمام خدمات خرید سکیں؟ جن کا سطورِ بالا میں ذکر کیا گیا ہے۔ بلکہ وہ لوگ جو بہت زیادہ دولت منداور بڑے صنعت کار ہیں یا اقتصادی وسائل کے مالک ہیں، اگر ان کو گھر کی وہ تمام سہولتیں، اطمینان اور مسرتیں حاصل نہ ہوں جو بیوی سے حاصل ہوتی ہیں تو کیا وہ دنیا میں کامیاب ہوسکتے ہیں؟ اوراگر وہ بیوی کی خدمات کا مالی اعتبار سے تخمینہ لگائیں تو اس کی قدرو قیمت ان کی اپنی کمائی سے کم ہوگی کیوں کہ شوہر آٹھ سے سولہ گھنٹے کام کرتا ہے جب کہ بیوی کو چوبیس گھنٹے گھر کے ہر کام کے لیے مستعد رہنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ معاشرے میں مال ودولت کی کتنی ہی فراوانی ہو، لوگ کتنے ہی اونچے مناصب پر ہوں اوران کے وسائل کتنے ہی وسیع کیوں نہ ہوں، ان کو دنیا میں حقیقی مسرت، حقیقی لطف، حقیقی راحت اور حقیقی اطمینان صرف شریکِ حیات سے ہی مل سکتا ہے۔ تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ عورت کی ان خدمات کو بھی اقتصادی نکتہ نظر سے دیکھا جائے، کیوں کہ عورت کسی بھی لحاظ سے مرد کے مقابل کم محنت نہیں کرتی اوراس کی محنت کی قیمت بھی اس سے کم نہیں ہوتی بلکہ عورت کی خدمات کی قیمت اکثر صورتوں میں مرد کے کام سے زیادہ ہوتی ہے۔ ہمارے ملک کے پسماندہ اور دیہی علاقوں میں اس طرح کی خواتین کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

زوجین کی علیحدگی کی صورت میں ملکیت کی تقسیم:

نکاح کے ذریعے میاں بیوی کے مابین مشترکہ مقاصد کے حصول کی پرورش اور خاندان کا نظام چلانے کا عقد ہوتا ہے۔ لیکن میاں بیوی کے درمیان ازدواجی عدمِ مطابقت، ذہنی دوری، بے اولادی، جنسی ناآسودگی، قدامت پرستی، معاشی تنگدستی، خاندانی اختلافات ودشمنی، اوران کے علاوہ کئی وجوہات ایسی بھی ہوسکتی ہیں کہ جن کے سبب میاں بیوی نکاح کے مقاصد اور ذمہ داریوں کی انجام دہی میں ناکام رہتے ہیں تو ایسے میں دونوں کو شرعی، قانونی اوراخلاقی اصول ونظریات کی روشنی میں ایک دوسرے سے علیحدگی کا حق ہے۔ مرد کے پاس طلاق دینے اور عورت کے پاس خلع لینے کا حق موجود ہے۔ ہمارے معاشرے میں عام طور پر زوجین میں علیحدگی کی یہی دوصورتیں ہیں۔ اب اگر کسی بھی سبب سے زوجین میں علیحدگی ہوتی ہے تو ان دونوں میں ملکیت کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

شوہر کی جانب سے اصالتاً یا وکالتاً، نیابتاً یا تفویضاً مخصوص الفاظ کے ساتھ یا **بالکنایه، فی الفور یا بالنتیجه**، رشتہ ازدواج ختم کرنے کا نام طلاق ہے۔ ۳۱؎ جب کہ زوجہ کی مرضی اوراس کی خواہش پر عقدِ نکاح سے آزاد کیے جانے کے معاوضے میں شوہر کو بدل دینے یا دینے کا وعدہ کرنے پر قیدِ زوجیت سے بلفظِ خلع یا جو لفظ اس کا ہم معنی ہو، رہائی کا نام ہے۔ ۳۲؎ یعنی شرعاً خلع کا مفہوم یہ ہے کہ شوہر اپنی زوجہ سے مال لے کر ملکِ نکاح سے دستبردار ہو جائے۔ خلع سے زوجین کے ایک دوسرے پر جو غیر مالی حقوق بسببِ نکاح قائم ہوں وہ ساقط ہو جائیں گے۔ ۳۳؎ طلاق دینے کی صورت میں قرآن حکیم نے واضح کیا ہے کہ مرد عورت سے کچھ واپس نہیں لے گا۔ اللہ کا ارشاد ہے: وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّا

اٰتَیْتُمُوْھُنَّ شَیْئًا: ۴ ۳۴؎ ''اور جائز نہیں تمہارے لیے کہ لوتم اس سے جو تم نے دیا ہے انہیں کچھ بھی۔''

اسی طرح اگر شوہر عورت پر ظلم و زیادتی کرتا ہو یا مارتا پیٹتا ہو اور اس کو طلاق بھی نہ دیتا ہو تو ایسی صورت میں عورت مرد سے اپنی جان چھڑانے کے لئے اسے کچھ دے دے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''فَلاَ جُنَاحَ عَلَیْھِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ'' ۳۵؎ ''تو کوئی حرج نہیں ان پر کہ عورت کچھ فدیہ دے کر جان چھڑالے۔''

فقہاء احناف نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر زیادتی مرد کی طرف سے ہے تو خلع کی صورت میں اسے بیوی سے کچھ لینا مناسب نہیں ہے۔ اور اگر زیادتی بیوی کی طرف سے ہے تو جتنا اس نے بیوی کو دیا تھا اتنا لینا اس کے لیے مباح ہے۔ جب کہ زیادہ لینا مکروہ ہے۔ ۳۶؎ شادی کے بعد عملی اور اخلاقی طور پر مرد اور عورت ایک مضبوط رشتے میں پروئے جاتے ہیں اور دنیا یہی سمجھتی ہے کہ وہ دونوں مل کر ایک ہوگئے ہیں۔ اس لیے ہر مذہب، ہر نظام اخلاق اور ہر معاشرے اور سیاست میں عائلی زندگی کو معاشرے کی بنیاد کہا گیا ہے اور یہی وہ اکائی ہے جس میں پورا معاشرہ تشکیل پاتا ہے، اسی کے ذریعے ہر قانون اور ہر اچھی بات پر عمل ہوتا ہے، اسی سے تہذیب و تمدن میں ترقی ہوتی ہے۔

ہم سب جانتے ہیں کہ دنیا میں جتنی قدر و قیمت، دین، اخلاق اور اسی طرح کے دوسرے امور کی ہے اتنی ہی قیمت ان اقتصادی امور کی بھی ہے کہ جن کی صحیح تنظیم کے بغیر کسی معاشرے میں عدل پیدا نہیں ہوسکتا۔ ہم فی الحال اپنے دیہی اور پسماندہ علاقوں میں عورتوں کے ساتھ ہونے والی ناانصافی کا تذکرہ کررہے ہیں۔ ہمارے دیہی اور پسماندہ علاقوں کی عورت تقریباً ہر طرح کی ملکیت سے محروم ہے۔ ہم خواہ قرآن و شریعت کی کتنی ہی تاویلیں کریں لیکن عملاً صورت یہی ہے کہ ہمارے معاشرے میں ہر طرح کی جائیداد پر مرد کا قبضہ ہے یہاں تک کہ عورت جہیز میں جو منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد لے کر آتی ہے مرد اس پر بھی قبضہ کرلیتا ہے، شادی کے موقع پر اس کو زیورات کی صورت میں جو بھی تحائف ملتے ہیں، اس پر تصرف کا حق بھی صرف مرد کو حاصل ہے۔ محمد قطب مشرق میں عورتوں کے حقوق کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ''مشرق میں عورت کے حوالے سے اس وقت جو بھی سماجی حالات پائے جاتے ہیں، ان کو دیکھتے ہوئے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے حقوق کی حیثیت ایک فریب نظر سے زیادہ نہیں ہے۔ مگر مشرق کے یہ موجودہ حالات اسلام کے پیدا کردہ نہیں ہیں، بلکہ اسلام سے انحراف کا نتیجہ ہیں اور قوانین اسلامی کے نفاذ میں سدِّ راہ بنے ہوئے ہیں۔'' ۳۷؎

جو عورتیں کھیتوں، فیکٹریوں اور کارخانوں میں کام کرتی ہیں یا گھروں میں خدمات انجام دیتی ہیں وہ بھی اپنی کمائی پر تصرف میں شوہر کی محتاج رہتی ہیں۔ ہمیں اس بات کو بخوبی سمجھنا چاہیے کہ اگر مرد اس دنیا میں تنہا ہو تو نہ عائلی انسانی زندگی کی بنیاد پڑ سکتی ہے، نہ نسل انسانی کا سلسلہ جاری ہوسکتا ہے اور نہ ہی گھر کا کوئی مفہوم باقی رہ سکتا ہے۔ غرض یہ کہ انسانی زندگی میں جتنی بھی مسرت و راحت اور لطف و اطمینان ہے اس میں عورت کا حصہ کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔ لہٰذا جب مرد

عورت کو طلاق دے کر یا کسی اور طرح چھوڑتا ہے تو وہ دنیا میں تقریباً بے سہارا اور دوسروں کی محتاج ہوتی ہے، عمر زیادہ ہونے اور مالدار ہونے کی صورت میں وہ زندگی بھر صرف تلخی، محرومی اور احساس کمتری کا شکار رہے گی اور اگر کم عمر ہے تو معاشرے کے خطرات کا شکار بنے گی۔ اس کے برعکس اگر مرد مالدار ہے تو اس کے لیے نئی شادی کرنے میں کچھ مانع نہیں ہے۔۔"[۳۸]

قرآنی احکامات میں بتادیا گیا ہے کہ مرد اور عورت کے حقوق برابر ہیں تو ملکیت کی تقسیم کے معاملہ میں قرآنی قوانین کی پابندی لازمی ہونی چاہیے کیوں کہ یہ زندگی کا نہایت اہم شعبہ ہے جہاں عدل کی بے حد ضرورت ہے تاکہ ہمارے معاشرے کی ان عورتوں کی مظلومیت اور محکومیت کا خاتمہ ہو سکے جو اپنے بنیادی حقوق سے بھی محروم ہیں۔ جب اقتصادی اعتبار سے مرد و عورت ایک جیسے حالات میں ہوں گے اور دونوں کو یہ احساس ہوگا کہ ان کی جائیداد اور ملکیت مشترک ہے تو دونوں میں سے کوئی بھی کسی پر ناجائز دباؤ نہیں ڈال سکے گا بلکہ اس کے برعکس دونوں کے درمیان تعلقات خوشگوار اور مستحکم ہوں گے۔ جب ان کو یہ معلوم ہوگا کہ وہ دونوں جذباتی اطمینان کے علاوہ معاشی اور مالی اعتبار سے بھی ایک دوسرے کے بہت کام آسکتے ہیں اور علیحدہ ہونے سے نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا تو اس سے دونوں کی خودسری اور نخوت میں فرق آئے گا۔ انسان کی تاریخ میں غالباً یہی سب سے بڑا عیب ہے کہ اس نے عورت کی صحیح حقیقت اور اس کی عزت و عظمت اور اس کے حقوق کو صحیح طرح نہیں پہچانا۔

خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے عورتوں کے حقوق کے متعلق ارشاد فرمایا: "**فاتقوا اللّٰہ فی النسآء وانکم اخذتموھن بامان اللّٰہ واستحللتم فروجھن بکلمۃ اللّٰہ. ولھن علیکم رزقھن وکسوتھن بالمعروف**"[۳۹] "اے لوگو عورتوں کے حقوق اور ان کے ساتھ برتاؤ کے بارے میں خدا سے ڈرو، اس لیے کہ تم نے ان کو اللہ کی امانت کے طور پر لیا ہے اور اللہ کے حکم اور اس قانون کی رو سے ان کے ساتھ تمتع تمہارے لیے حلال ہوا ہے۔۔۔ اور ان کا خاص حق تم پر یہ ہے کہ اپنی استطاعت اور حیثیت کے مطابق ان کے کھانے پہننے کا بندوبست کرو۔"

الغرض شریعت عورتوں کے لیے سراپا رحمت اور شفقت ہے، عورتوں کی صحت و مسرت اور ان کی معاشی و معاشرتی فلاح و بہبود شریعت کو مقصود ہے۔ جب کہ ہمارے معاشرے میں عورت بے اندازہ زیادتیوں کا شکار ہے، نہ اس کے دینی حقوق تسلیم کئے جاتے ہیں اور نہ دنیاوی۔ مرد عورتوں پر ناروا ظلم کرتے ہیں اور ان کے حقوق سے پہلوتہی کرتے ہیں، خواتین کو وراثت سے محروم رکھنا، پسند کی شادی، کاروکاری یا غیرت کے نام پر قتل کر دینا، شادی میں عورت کی رضا اور پسند و ناپسند کو اہمیت نہ دینا، خاندان سے باہر جانے کے خوف یا جائیداد کے خوف سے ان کی شادی نہ کرانا، خواتین کا استحصال اور ان پر ظلم و تشدد کے واقعات روزانہ رپورٹ ہوتے ہیں۔ افسوس ناک حقیقت یہ ہے کہ تمام تر اہمیت کے باوجود

عورت کو وہ مقام اور مرتبہ نہیں دیا جاتا جس کی وہ حق دار ہے۔اور جب تک ہم عورتوں کو ان کا حقیقی اسلامی مرتبہ و مقام نہیں دے دیتے ہمیں معاشرتی پستی، کمزور اور بیمار بچوں کی پیدائش اور بچوں کی بکثرت اموات کا عذاب سہنا پڑے گا۔ ہمارے ملک میں عورتوں کے حقوق سے متعلق قوانین بنائے جاتے ہیں اور جو ایوانِ اقتدار میں پاس بھی کئے جاتے ہیں لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ ایوان اقتدار میں خواتین کے حقوق کی نمائندگی کرنے والی ارکان پارلیمنٹ کی منتخب خواتین اپنے ہی حقوق سے متعلق پاس ہونے والے بل کے مندرجات تک سے لاعلمی کا اظہار کریں تو ایسی صورت میں وہ معاشرے کی مظلوم و مجبور خواتین کے حقوق کی پاسداری کیسے کریں گی؟ بقول علامہ اقبالؒ:

اپنی اصلیت سے ہو آگاہ، اے غافل کہ تو ‏ ‏ قطرہ ہے لیکن مثال بحرِ بے پایاں بھی ہے

کیوں گرفتارِ طلسمِ ہیچ مقداری ہے تو! ‏ ‏ دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکتِ طوفاں بھی ہے

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گئی!

ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے[۴۰]

حوالہ جات:

۱۔ محمود احمد غازی، ڈاکٹر، محاضرات فقہ، (لاہور، الفیصل، ۲۰۰۵ء) ص۲۷۹

۲۔ صدر الشریعہ، عبید اللہ بن مسعود، شرح الوقایہ، کتاب العتاق (عمان، مؤسسۃ الوراق، سن ندارد) ج:۳، ص ۱۶۵

۳۔ مینائی، مولانا، منہاج الدین، اسلامی فقہ کا انسائیکلوپیڈیا (لاہور، نگارشات پبلشرز، ۲۰۰۶ء) ص۶۴۴

۴۔ النسآء (۴) ۳۷

۵۔ البقرۃ (۲) ۱۸۸

۶۔ قرطبی، محمد بن احمد بن ابی بکر، الجامع لاحکام القرآن (بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۷ھ) ج۲، ص۲۰

۷۔ ایضاً، ج ۳، ص۲۲۳

۸۔ ایضاً، ج ۳، ص۲۲۳

۹۔ خلیفہ عبدالحکیم، ڈاکٹر، اسلام کا نظریہ حیات، مترجم: قطب الدین احمد (لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۰۷ء) ص۲۷۷

۱۰۔ ہیکل، محمد حسین، عمر فاروق اعظم، مترجم: حبیب اشعر (لاہور، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۶۳ء) ص۶۹۴

۱۱۔ النسآء (۴) ۲۱

۱۲۔ البقرۃ (۲) ۱۸۷

۱۳۔ الاعراف (۷) ۱۸۹

۱۴۔ الروم (۳۰) ۲۱

۱۵۔ ماہنامہ الرسالہ، المرکز اسلامی، دہلی، انڈیا، جون ۲۰۱۵ء، ص ۴۰

۱۶۔ علامہ سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن (لاہور، فرید بک اسٹال، س ن) ج۲، ص ۵۵۰-۵۵۱

۱۷۔ النسآء(۴)۷

۱۸۔ النسآء(۴)۳۲

۱۹۔ تنزیل الرحمٰن، ڈاکٹر، مجموعہ قوانین اسلام (اسلام آباد، الجامعۃ الاسلامیۃ العالمیۃ، ۲۰۰۰ء) ج ۱، ص ۲۷۹

۲۰۔ صَدُقٰتِهِنَّ کا کلمہ ایک مقام (النسآء:۴) پر آیا ہے اور اُجُوْرَهُنَّ کے کلمات چھ مقامات (النسآء:۲۴ اور ۲۵، المآئدہ:۵، الاحزاب:۵۰، الممتحنہ:۱۰، الطلاق:۶) پر آئے ہیں۔ علاوہ ازیں اس کے لیے ''فَرِيْضَةً'' کا کلمہ (البقرہ:۲۳۶ اور ۲۳۷) بھی استعمال ہوا ہے۔

۲۱۔ النسآء(۴)۴

۲۲۔ النسآء(۴)۲۴

۲۳۔ النسآء(۴)۲۵

۲۴۔ النسآء(۴)۲۰-۲۱

۲۵۔ فخر الدین رازی، ضیاء الدین عمر، تفسیر مفاتیح الغیب، (بیروت، دار الفکر، ۱۹۸۱) ج:۱۰، ص ۱۳

۲۶۔ ایضاً، ج ۷، ص ۲۱۲

۲۷۔ قریشی، محمد عبداللہ، آئینہ اقبال (لاہور، مکتبہ آئینہ ادب، ۱۹۶۷ء) ص ۱۴

۲۸۔ پانی پتی، محمد ثناء اللہ، قاضی، تفسیر مظہری (کراچی، دار الاشاعت، ۱۹۹۹) ج ۲، ص ۳۲۱

۲۹۔ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب ان تخییرہ امراتہ لا یکون طلاقا الا بالنیۃ (کراچی، قدیمی کتب خانہ، ۱۹۵۶ء) ج ۱، ص ۴۸۱

۳۰۔ حالانکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن بالمعروف'' (البقرۃ (۲) ۲۳۳) ترجمہ: اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ ہے ان ماؤں کا کھانا اور ان کا لباس مناسب طریقے سے۔

۳۱۔ مجموعہ قوانین اسلام، ج ۲، ص ۳۵۷

۳۲۔ ایضاً، ج ۲، ص ۵۷۰

۳۳۔ ایضاً، ج ۲، ص ۶۰۲

۳۴۔ البقرۃ(۲)۲۲۹

۳۵۔ البقرۃ(۲)۲۲۹

۳۶۔ الازہری، پیر کرم شاہ، ضیاء القرآن (لاہور، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، ۱۹۹۵ء) ج ۱، ص ۱۵۸

۳۷۔ محمد قطب، اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، مترجم: محمد سلیم کیانی (لاہور، البدر پبلیکیشنز، ۱۹۸۱ء) ص ۱۸۰

۳۸۔ خلیفہ عبدالحکیم، ڈاکٹر، مقالات حکیم، مرتبہ: شاہد حسین رزاقی (لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ ۱۹۶۹ء) ج ۱، ص س ۱۷۷

۳۹۔ قشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ۱۳۷۵ھ) ج ۱، ص ۳۹۷

۴۰۔ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، کلیاتِ اقبال، بانگِ درا (جہلم، بک کارنر شوروم، ۲۰۱۲ء) ص:۱۰۲ (شعر ترمیم کر کے پیش کیا گیا ہے)